زندگی کا مقصد انسانوں کے دل توحیدِ باری اور عظمتِ رسول کے لئے جیتنا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳؍نومبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

آپ سب جانتے ہیں کہ گزشتہ چند روز میرے لئے بھی اور آپ کے لئے بھی انتہائی پریشانی اور کرب کے گزرے۔ ایک اَن ہونا واقعہ ہوگیا۔ فسادی مسجد حرام میں داخل ہوئے اور فساد کے حالات انہوں نے پیدا کئے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے کہ حکومتِ وقت نے حالات پر قابو پالیا ہے۔ الحمد للہ۔ مگر یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں اور بیت اللہ خانہ کعبہ یا مسجد حرام کا تعلق صرف مناسکِ حج کے ساتھ نہیں ہے کہ عمر میں ایک بار ایک ایسا مسلمان مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (اٰل عمران:۹۸) جو آسانی سے وہاں پہنچ سکتا ہو وہاں پہنچ کر حج کے مناسک بجالائے اور وہ لوگ جو اس زمرے میں نہیں آتے کہ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وہ اپنی اپنی نیت کے مطابق اپنے رب سے اپنی نیتوں کا اجر پاتے ہیں اور اپنے کرب کا اور اس دکھ کا کہ وہ نہیں جاسکے حج کے لئے، زادِ راہ نہیں تھی، راستے کھلے نہیں تھے وغیرہ وغیرہ بہت ساری باتیں بیان ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بے چینی کو دیکھ کر ان کی عظیم خواہش کو دیکھ کر جو پوری نہیں ہو رہی، ہم امید رکھتے ہیں کہ ان کو بھی اجر دیتا ہے کیونکہ پیار کرنا اس کا کام ہے، بندہ کا کام تو حقیر سے نذرانے اس کے حضور پیش کر دینا ہے، اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کرسکتا۔

ہم عاجز بندے اَور کر بھی کیا سکتے تھے سوائے اس کے کہ عاجزی کے ساتھ پچھلے چند دن

ہم نے خدا تعالیٰ کے حضور دعاؤں میں گزارے اور اس سے اس کی رحمت کے طالب ہوئے اور اس سے ہمیشہ کے لئے ایسے حالات پیدا ہوجانے کے طالب ہوئے کہ کسی فسادی کو کبھی بھی آئندہ اس قسم کی جرأت کرنے کا حوصلہ نہ ہو۔

میں نے بتایا ہے کہ مسجدِ حرام یا بیت اللہ جو ہے اس کا تعلق صرف مناسکِ حج کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم بعثت کے ساتھ ہے اور اس کا تعلق بنی نوع انسان کے لئے عظیم رحمتوں کے پیدا کر دینے کے ساتھ ہے۔

خانہ کعبہ میں بسنے والی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو قریباً اڑھائی ہزار سال تربیت دی گئی اور بتدریج ان کی قوتوں اور استعدادوں کو اس رفعت تک پہنچایا گیا کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو ان میں وہ لوگ پیدا ہوئے اور جوں جوں وہ لوگ اسلام میں داخل ہوئے انہوں نے ان ذمہ داریوں کو، اس عظیم بوجھ کو (جو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے قدموں میں انہیں جمع کر دینے کے لئے تھا) اٹھانے کی جو طاقت دی گئی تھی اس کا شاندار مظاہرہ کیا اور خدا کی راہ میں وہ قربانیاں دیں، اللہ تعالیٰ پر اس قسم کا توکّل انہوں نے کیا کہ انسانی آنکھ ورطۂ حیرت میں پڑ گئی کہ یہ کس قسم کی قوم اور کیسے لوگ ہیں۔ ایک وقت تک ان میں سے بہتوں نے مخالفت کی اور چونکہ قوتیں اور استعدادیں انتہا تک پہنچ چکی تھیں اپنی نشوونما میں، انہوں نے مخالفت میں بھی اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچایا تاکہ دنیا اس سے یہ سبق لے کہ جب خدا کی راہ میں قربانیاں دینے والوں نے قربانیاں دیں اس کے اچھے نتائج نکلے۔ بنی نوع انسان کے لئے تو وہ ان کی قوتوں اور استعدادوں اور قربانیوں کے نتائج نہیں تھے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تھی کہ اس نے ان قربانیوں کو قبول کیا اور اپنے منصوبہ کے مطابق جو تدبیر وہ جاری کرنا چاہتا تھا اس کو جاری کرنے کے لئے اچھے نتائج نکال دیئے کیونکہ وہی قوت اور استعداد اور وہی طاقت جب اسلام کے خلاف استعمال ہوئی تو ناکام ہوئی۔ وہی قوت اور استعداد جب اسلام کے حق میں استعمال ہوئی تو کامیاب ہوئی۔ اس سے عقل یہ نتیجہ نکالتی ہے کہ جو ان کی کوشش نہ ایثار کا نتیجہ ہے وہ ان کی قوت اور استعداد کا نتیجہ نہیں۔ اگر یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی استعداد کا نتیجہ ان کی اپنی

ہی طاقتوں کا نتیجہ تھا اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کا نتیجہ نہ تھا۔ وہ جو تاریخ نے دیکھا ان کے دَورِ خلافت میں اگر یہ ان کی طاقتوں کا نتیجہ تھا تو جب وہ مخالفت کو انتہا تک پہنچا رہے تھے اور دشمنی ان کی حدود کو پھلانگ رہی تھی اسلام کے خلاف اس وقت ان کی صلاحیتیں اور طاقتیں کیوں بے نتیجہ رہیں، ناکام ہوئیں۔ طاقت تو وہی تھی، عمرؓ تو وہی تھے۔ اپنی ساری طاقتوں اور استعدادوں کے ساتھ، مگر پہلی کوشش ناکام ہوئی جو اسلام کے خلاف تھی۔ اسی عمرؓ کی وہ قوتیں اور استعدادیں جب اسلام کے حق میں استعمال ہوئیں تو کامیاب ہوئیں اور بڑی شان کے ساتھ کامیاب ہوئیں۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کی کوششیں شان کے ساتھ کامیاب ہوئیں تو یہ شان خدا تعالیٰ کی رحمت تھی، حضرت عمرؓ کی قوتوں اور استعدادوں کی نہیں تھی۔

اڑھائی ہزار سال تک ایک قسم کا وقف تھا۔ بنی اسماعیل میں جو جاری تھا کچھ غلط خیال بھی ان میں پیدا ہوئے لیکن بتدریج وہ طاقتیں ترقی کرتی چلی گئیں۔ جب ابتدا ہوئی اس وقف کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں اور بعد میں آنے والے انبیاء کے زمانہ میں تو ان کو مخاطب کر کے یہ نہیں کہا گیا تھا اَجَعَلۡتُمۡ سِقَایَۃَ الۡحَآجِّ وَعِمَارَۃَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ کَمَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ (التوبۃ:۱۹) لیکن انہیں کی نسلیں فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِھِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ (مریم:۶۰) کے مطابق اور اس میں خدا تعالیٰ نے ایک حقیقت بیان کی ہے بعد میں آنے والی نسلوں کی۔ ان کو مخاطب کر کے قرآن کریم مذکورہ الفاظ میں ان سے مخاطب ہوا۔

خانۂ کعبہ کے ساتھ تعلق رکھنے والی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں جو عظیم تحریک بنی نوع انسان کے دلوں کو خدائے واحد و یگانہ کے لئے جیتنے کی جاری ہوئی اس کے مختلف پہلو جو تھے، ان کا تعلق مسجد حرام اور اس بیت اللہ کے ساتھ ہے۔ اس پر مَیں نے بہت سے خطبے ایک وقت میں دیئے تھے اور تئیس مقاصد تعمیر بیت اللہ اس میں مَیں نے بیان کئے وہ رسالے کی شکل میں اکٹھے چھپ چکے ہیں۔ بعض نے پڑھے ہوں گے۔ یاد رکھے ہوں گے۔ بعض نے پڑھے ہوں گے بھول گئے ہوں گے۔ بعض نے پڑھے ہی نہیں ہوں گے۔ پھر اس کو تازہ کریں اپنے ذہنوں میں۔ سارا منصوبہ اسلام کی ترقی کا اس مرکزی نقطے کے گرد گھومتا

ہے۔ مسجد حرام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مکہ میں، ان دونوں کو اکٹھا کر کے وہ مرکزی نقطہ بنتا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اس بعثت کے مقاصد کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک انتظام جو ہزاروں سال سے خدا تعالیٰ نے اس کو جاری کیا ہوا تھا۔

اس منصوبہ کی بنیاد اس پر ہے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ (اٰل عمران:۹۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ بنی نوع انسان کی بھلائی کا سامان پیدا کیا جائے۔ وُضِعَ لِلنَّاسِ۔

میں نے تفصیل سے ان خطبات میں بیان کیا تھا کہ بنی نوع انسان کی بھلائی کی کوئی کوشش جو بیت اللہ سے تعلق رکھنے والی ہو یا کسی اور سلسلہ نبوت سے تعلق رکھنے والی ہو، بعثت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تاریخ انسانی میں ہمیں نظر ہی نہیں آتی۔ اسی سے میں نے نتیجہ یہ نکالا کہ یہ سب کچھ جو ہو رہا تھا وہ خدا کے محبوب ہمارے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہو رہا تھا اور جو ایک خوشخبری کا پیغام نوعِ انسانی کو دیا گیا تھا وہ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (اٰل عمران:۹۸) ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو اس چار دیواری کے اندر داخل ہو وہ امن میں آ گیا۔ وہ بھی ہے لیکن محض وہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کی زندگی اس تعلیم کے احاطہ کے اندر آ کر شیطانی وساوس سے محفوظ ہو گئی۔ جس تعلیم کا تعلق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بیت اللہ سے ہے، وہ امن میں آ گیا۔ اب دنیا نے بین الاقوامی یعنی ساری دنیا کے لئے امن کی کوشش تو ابھی ماضی قریب میں شروع کی اور ناکام ہوتے چلے گئے۔ بین الاقوامی مجالس بہت سی بنائیں لیکن نہ جھگڑوں کو دور کر سکے نہ لڑائیوں کو مٹا سکے، نہ سکونِ قلب جو امن کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے پیدا کر سکے۔ اس لئے کہ دنیوی کوششیں جب اللہ تعالیٰ کے قانون اور اس کے منصوبے اور اس کی تعلیم اور ہدایت پر مبنی نہ ہوں وہ کامیاب نہیں ہوا کرتیں۔ اس منصوبہ، اس ہدایت کا تعلق بیت اللہ سے ہے۔ اس کا تعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جن کے لئے یہ سارا کچھ کیا گیا تھا۔

بیت اللہ کے مقام پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روشنی ڈالی۔ قرآن کریم نے ہمیں بتایا کہ مسجد حرام یا بیت اللہ جسے ہم کہتے ہیں اس کی عظمت اس کی شان کیا ہے اور اس

عظیم شان والی مسجد بیت الحرام کی بے حرمتی کی گئی جس نے ہمیں دکھ دیا، جس نے ہمیں آستانۂ باری پر جھکا دیا اور دعائیں کرنے کی توفیق دی اس کی عظمتوں کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ وہ آیات جن میں یہ منصوبہ بیت اللہ سے تعلق رکھنے والا بیان ہے وہ سارا منصوبہ جو ہے وہ شروع ہوتا ہے اس مرکزی نقطہ سے یعنی مسجد حرام سے اور اس کا دائرہ بڑھتے بڑھتے ساری دنیا میں پھیلتا اور بنی نوع انسان کو اپنے احاطہ میں لے لیتا ہے۔ ہمارے وجود کا ذرہ ذرہ اس منصوبہ پر قربان۔ ہماری تو زندگی کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہماری کوششوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کچھ اس طرح نازل ہوں کہ نوعِ انسانی کے دل اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور رسالت کے لئے جیتے جائیں اور توحید کے جھنڈے تلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نوعِ انسانی کو لا بٹھایا جائے۔ ہم تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس پاک اور مطہر گھر کی بے حرمتی جس کا تعلق اس عظیم ہستی، اس عظیم وجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے برداشت نہیں کر سکتے لیکن ہمارے پاس جو ہے ہم وہی پیش کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک عارف دل ہے جو حقیقت کو سمجھتا اور ایسے حالات میں بے چین ہوتا ہے۔ ہمارے پاس وہ آنسو ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور جب ہم جھکتے ہیں تو سجدہ گاہ کو تر کر دیتے ہیں۔ ہمارے پاس وہ پرسوز دعا ہے کہ جب وہ آسمانوں کی طرف بلند ہوتی ہے تو عرشِ الٰہی کو ہلا دیتی ہے۔

پس تمہاری خیر خدا منائے گا۔ خدا ہمیشہ تمہیں خیر سے رکھے تم خدا کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اپنی زندگیاں گزارو اور اللہ تعالیٰ کے ہر قسم کے انعام کو حاصل کرو۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین

موسم بارش کا ہے اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش کرے۔ اس وجہ سے میں نمازیں جمع کرادوں گا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۵ر دسمبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۲ تا ۴)